قراءتِ شاذہ اور فقہائے اصولیین کا منہج بحث (تقابلی مطالعہ)

ڈاکٹر حافظ محمد عبدالقیوم☆

During discussion on the Quran Muslim jurists keep in mind the following three conditions for the Quran which are as under:

1. Tawatur (Ensured by many lines of transmission)
2. Literary Arabic
3. Transmitted by the Prophet Muhammad peace be upon him.

In the absence of any above mentioned condition, a verse which is narrated as the Quran cannot be called the Quran but Qirat-e-Shaza. Mansukh-ul-Tilawat Doon-al-Hukm (abrogation of recitation of words as the Quran but its injunction remains valid) is also a kind of Qirat-e-Shaza. Muslim jurists of four school of Fiqh admit its authenticity not as the Quran but Hadith unanimously, but their method of discussion is different to criticize one and other particularly the Hanafi School of Fiqh. Muslim jurists discuss its authenticity in their books in different places, some scholars in the discussion of "Book of Allah", some in "Abrogated and Abrogation". Various scholars deny its authenticity in discussion of "Book of Allah" but they admit its authenticity during discussion on "Abrogated and Abrogation" verses of Quran. This article deals with this discussion.

قراءت کا معنی ومفہوم:

علامہ بدرالدین زرکشی (م ۷۹۴ھ) قراءت کی تعریف اس طرح بیان کرتے ہیں:

القراءات هي اختلاف الفاظ الوحي في كتبة الحروف أو كيفيتها؛ من تخفيف وتثقيل وغيرهما.(۱)

"قراءات، وحی کے الفاظ کے حروف کی کتابت (رسم) اور (حروف) کی کیفیت ادا (تلفظ) جیسے تخفیف وتشدید وغیرہ میں مختلف ہونے کا نام ہے۔"

علامہ زرکشی کی یہ تعریف بڑی جامع ومانع ہے۔ اس تعریف میں علامہ نے علم قراءات کی تمام مباحث کو شامل کرلیا ہے۔ کیونکہ علم قراءات دراصل لفظ "حروف" کی تعبیر وتوضیح اور اس کی تفہیم ہی کے گرد گھومتا ہے۔

☆ لیکچرر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

علامہ زرکشی کی تعریف میں ''اختلافُ الفاظِ الوحیٔ'' میں لفظ ''اختلاف'' سے مراد Difference، Dissimilarity ,Controversy، نہیں ہے بلکہ اختلاف سے مراد Variation، یعنی طرح طرح کا، قسم قسم کا یا متنوع ہونا ہے۔

علامہ زرکشی کی تعریف سے تین چیزیں واضح ہوتی ہیں۔

۱۔ الفاظِ وحی کا تنوع　۲۔ حروف کے لکھنے میں تنوع　۳۔ کیفیتِ ادا یعنی تلفظ میں تنوع

علامہ ابن جزری اس طرح تعریف کرتے ہیں:

علم بكيفية أداء كلمات القرآن واختلاف منها معزوّا الناقله.(۲)

قراءت شاذہ کی حقیقت:

علمائے اصول اور علمائے قراءت کے ہاں قراءتِ شاذہ کے مختلف مفاہیم ہیں اور دونوں کے مفاہیم بالکل جدا ہیں۔ علمائے قراءت کے نزدیک جس قراءت میں درج ذیل شرائط پائی جائیں گی وہ قراءت متواتر ہوگی:

ا۔ قراءت متواتر طریقے سے روایت کی گئی ہو۔

ب۔ لغت عرب کے مطابق ہو

ج۔ اس قراءت کی سند نبی کریم ﷺ سے متصل ہو۔

اس لحاظ سے علمائے قراءت کے نزدیک ہر وہ قراءت جس میں درج بالا شرائط میں سے کوئی شرط بھی مفقود ہوگی تو وہ قراءت متواتر نہیں رہے گی۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ علمائے قراءت نے قراءات کی درج ذیل اقسام بیان کی ہیں۔

۱۔ متواتر قراءات　۲۔ مشہور قراءات

۳۔ احاد قراءات　۴۔ شاذ قراءات

اسی طرح وہ قراءات جو قراءات عشر سے زائد ہیں وہ بھی قراءتِ شاذ کہلاتی ہیں، جن کو ''القراءات الأربع الزائدة على العشر'' بھی کہا جاتا ہے یعنی وہ چار قراءات جو دس قراءات سے زائد ہیں۔ ان میں ابن محیصن، حسن بصری، اعمش اور یحییٰ یزیدی شامل ہیں۔ ان قراءات شاذہ کے اصول بھی منضبط ہیں:

ا۔ ابن محیصن سے روایت کرنے والے دو راوی، بزی اور ابن شنبوذ ہیں۔

ب۔ حسن بصری سے روایت کرنے والے دو راوی ابو نعیم بلخی اور دوری ہیں۔

ج۔ اعمش سے روایت کرنے والے دوراوی مطوعی اور سنبوعذی سطوی ہیں۔

د۔ یزید کے راوی سلیمان بن حکم اور احمد بن فرح ہیں۔عبدالفتاح قاضی نے ان چار قراءات کے اصول منضبط کیے ہیں۔(۳)

آج بھی یہ قراءات تعلیم وتعلم، درس وتدریس اور لغت واعراب کی توجیہات کے طور پر قراء کے ہاں متداول بھی ہیں۔

ان قراءاتِ زائدۃ ماوراء العشر کے علاوہ بھی درج ذیل سات قراء کی قراءاتِ شاذہ موجود ہیں جن سے ابن جنی اپنی کتاب ''المحتسب فی تبیین وجوہ شواذ القراءات والایضاح عنہ''میں روایت کرتے ہیں۔

۱۔	حمزہ الزیات	(تین روایات)
۲۔	الکسائی علی بن حمزہ	(۷روایات)
۳۔	نافع بن أبی نعیم	(۹روایات)
۴۔	عبداللہ بن عامر	(۱۲روایات)
۵۔	عبداللہ بن کثیر	(۱۶روایات)
۶۔	عاصم بن أبی النجود	(۲۵روایات)
۷۔	أبوعمرو بن علاء	(۶۰ روایات)(۴)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ علمائے قراءت کے نزدیک درج بالا قراءت کی اقسام (متواتر، آحاد، مشہور، شاذ،) میں سے جو بھی قسم ہوگی تو اس کو قرآن سمجھا جاتا ہے اور قرآن کے طور پر روایت کیا جارہا ہوتا ہے۔گویا کہ علمائے قراءت کے نزدیک درج بالا تین شرائط میں سے کسی بھی شرط کے مفقود ہونے پر وہ قراءتِ متواترہ تو نہیں کہلائے گی البتہ اس کو نقل اور روایت قرآن کے طور پر کیا جاتا رہا ہے ۔مثلاً ابوعمرو عثمان ابن صلاح (م۔۶۴۳ھ) لکھتے ہیں:

''فالشواذ عبارۃ عما لم ینقل نقلاً موصولاً برسول اللہ مستیقناً لاریب فیه، ونقله فی القرآن مع ذلك شخص مذکور کهذه التی اشتمل علیها المحتسب لابن جنی وغیره''(۵)

علامہ زرکشی نے البرھان فی علوم القرآن میں یہ عبارت ابوشامہ سے لی ہے۔ابوشامہ نے ان الفاظ

میں تصرف کیا ہے۔ ابوشامہ اور علامہ زرکشی کے ہاں یہ عبارت اس طرح ہے:

''القراءة الشاذة مانقل قرآناً من غير تواتر واستفاضة متلقاة بالقبول من الآئمة كما يشتمل عليه المحتسب لابن جني وغيره'' (٦)

ابوشامہ اور علامہ زرکشی نے جو عبارت ابن صلاح سے منسوب کی ہے دونوں میں فرق ہے۔ ابوشامہ اور علامہ زرکشی کے ہاں ''مانقل قرآناً من غير تواتر'' جبکہ خود ابن صلاح نے ''فالشواذ عبارة عما لم ينقل نقلاً موصولاً برسول الله ﷺ'' کے الفاظ رقم کیے ہیں۔ ابن صلاح کے قول کے نقل کرنے میں یہ غلطی کہاں واقع ہوئی؟ یہ معلوم کرنا آسان نہیں، البتہ ان دونوں عبارتوں میں جو فرق ہے، وہ یہ ہے کہ:

۱۔ شاذ قراءت غیر متواتر ہوتی ہے۔

۲۔ جس کو قرآن کے طور پر (مانقل قرآناً) نقل کیا جاتا ہے۔

۳۔ آئمہ قراءات کے ہاں مقبول ہوتی ہے۔

جبکہ ابن صلاح کے اپنے االفاظ کے مطابق:

۱۔ شاذ قراءت نبی کریم ﷺ سے یقینی طور پر بغیر کسی شک وشبہ کے موصول نہیں ہوتی ہے۔ اور اس قراءت کو راوی کے نام کے ساتھ قرآن کے طور پر نقل کیا گیا ہوتا ہے۔

۲۔ اور غیر موصول روایت کو قرآن میں راوی کی سند کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے۔

ابن صلاح کی تعریف کے حوالے سے آخری بات یہ ہے کہ ابن صلاح نے قراءت شاذہ کی مثال میں ابن جنی کی کتاب کا ذکر کیا ہے کہ ابن جنی نے اپنی کتاب میں قراءت شاذہ کی جو روایات نقل کی ہیں وہ پوری سند کے ساتھ نقل کی ہیں اور جس کی طرف وہ قراءت شاذہ منسوب ہے اس کی طرف اس کا انتساب کیا ہے۔

فقہاء اصولیین میں سے کوئی بھی قراءتِ شاذہ کو قرآن نہیں کہتا جبکہ ابن صلاح کی تعریف سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ قراءتِ شاذہ اس کو کہتے ہیں جس کو قرآن کے طور پر بغیر تواتر کے روایت کیا گیا ہو۔

محمد بخیت لکھتے ہیں:

''القراءات الشواذ فی مصطلح علماء القرآن هی التی تُروی آحاداً، وتخالف خط المصحف العثمانی الامام، ولايمنع من وصفها بالشذوذ أن تكون صحيحة السند وموافقةً للعربية''(٧)

''علمائے قرآن کی اصطلاح میں ''قراءات شاذہ'' سے مراد وہ قراءات ہیں جو آحاد سند کے

ساتھ مروی ہیں اور وہ مصحفِ عثمانی جو کہ مصحفِ امام ہے کے مخالف ہیں۔ کسی قراءۃ کی سند کا صحیح ہونا اور اس کا عربی لغت کے مطابق ہونا اس کے شاذ ہونے سے مانع نہیں ہے۔''

اس طرح درج بالا بحث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ علمائے قراءت کے ہاں قراءات شاذہ سے مراد ایسی قراءات ہیں جو قرآن کے طور پر روایت کی جاتی رہی ہیں مگر عربی لغت کے مطابق نہ ہونا اور سند کے اتصال کے نہ ہونے کی وجہ سے قراءات متواترہ کے درجہ کو نہیں پہنچ سکیں۔

ابن صلاح نے ابن جنی کی کتاب ''المُحتَسَب'' کی جو مثال پیش کی ہے وہ درست نہیں۔ کیونکہ ابن صلاح نے قراءت شاذہ کی تعریف میں ''لم ینقل نقلاً موصولاً برسول اللہ ﷺ'' کی بات کی ہے۔ مگر ابن جنی نے اپنی کتاب میں قراءات متواترہ بھی نقل کی ہیں، چند مثالیں حسبِ ذیل ہیں:

سورۃ	آیت	قراءۃ متواترہ	قاری
البقرہ	۳۴	لِلْمَلٰٓئِکَۃُ اسْجُدُوْا	ابوجعفر
البقرہ	۲۶۰	جُزّاً	ابوجعفر
البقرہ	۲۶۹	وَمَنْ یُوتِ الْحِکْمَۃَ	یعقوب
المائدۃ	۶۹	الصابون	ابوجعفر
التوبہ	۱۰۰	مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارُ	یعقوب
المائدۃ	۳۲	منِ اجْلِ ذٰلك	ابوجعفر
الاعراف	۱۶۵	بعذابٍ بِیسٍ	ابوجعفر (۸)

شاید ابن صلاح کی نظر سے کتاب ''المحتسب'' گزری نہیں تھی اس لیے صرف ابن جنی کی کتاب کے نام ''المُحتَسَب فی تبیین وجوہ شواذّ القراءات والایضاح عنہ'' کو ملحوظِ خاطر رکھ کر یہ بات لکھ دی کہ ابن جنی نے اپنی کتاب میں نبی کریم ﷺ سے غیر موصول روایاتِ قراءات نقل کی ہیں۔ واضح رہے کہ ابن جنی نے جن قراءتِ متواترہ کو اپنی کتاب میں شامل کیا ہے ان کو شاذ نہیں کہا نہ ہی ان کی روایت پر کلام کیا ہے بلکہ ان کے اعراب پر کلام کیا ہے۔

فقہائے اصولیین میں سے علامہ جلال شمس الدین محلی (م۔۸۶۴ھ) لکھتے ہیں کہ قراءاتِ شاذہ سے

مراد وہ قرآن ہے جو سندِ آحاد کے ساتھ روایت کی گیا:

(القراء ة بالشاذ) أي مانقل قرآنا آحادًا.(۹)

''شاذ'' کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ قراءات جو سات قراءات سے زائد ہیں۔ علامہ جاد اللہ بنانی (م۔۱۱۹۸ھ) لکھتے ہیں:

''أما عند الفقهاء فالشاذ ماوراء السبعة هذا قول جمهورهم''(۱۰)

درج بالا تمام مفاہیم قراءاتِ شاذۃ کو شامل ہیں اس لحاظ سے ''شاذ'' کے معنی میں کثرت ہے اور اپنے اندر وسعت رکھتا ہے۔

علمائے قراءات اور فقہائے اصولیین کے ہاں قراءاتِ شاذہ میں عموم وخصوص کا فرق ہے۔ علمائے قراءات کے ہاں قراءات شاذہ کا مفہوم وسعت رکھتا ہے جبکہ فقہاء کے ہاں اس کے محدود معنی ہیں۔ فقہائے کرام قراءات شاذہ میں صرف ''منسوخ التلاوۃ مابقی من الحکم'' (جس آیت کی تلاوت مسنوخ ہو چکی ہو مگر اس کا حکم باقی ہو) کو شامل کرتے ہیں۔

فقہائے کرام نسخ قرآن کی اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۔ تلاوت اور حکم دونوں کا منسوخ ہو جانا

۲۔ تلاوت کا منسوخ ہو جانا اور حکم کا باقی رہنا جیسے رجم کے بارے میں حضرت عمرؓ سے مروی روایت ہے۔

۳۔ حکم کا منسوخ ہو جانا اور تلاوت کا باقی رہنا۔ جیسے

﴿اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ﴾

فقہائے کرام کے نزدیک منسوخ التلاوۃ دون الحکم کے علاوہ شاذ قراءات کی تمام اقسام حجت نہیں ہیں۔ اس طرح ''منسوخ التلاوۃ دون الحکم'' اور قراءاتِ شاذہ کو جو مختلف قراء سے منسوب ہیں یا روایت کی گئی ہیں ان میں درج ذیل فروق ہیں۔

۱۔ قراءاتِ شاذہ کو ''مَانُقِلَ قرآناً'' (قرآن کے طور پر نقل کیا گیا ہوتا ہے۔)

۲۔ فقہائے کرام نے اپنی کتبِ اصول میں ہمیشہ اس بات کی صرحت کی ہے کہ یہ قراءات شاذہ قرآن نہیں ہیں۔ اور جو ان کو قرآن سمجھ کر نقل یا روایت کرتا ہے۔ وہ درست نہیں ہے اور ایسا شخص اور ایسی روایت قرآن مجید میں اضافہ کے زمرے میں آتی ہے جبکہ نبی کریم ﷺ وفات پا چکے ہیں۔ اب قرآن مجید میں کمی یا اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔ ابن حاجب لکھتے ہیں:

"العمل بالشاذ غير جائزٌ"(۱۲)

علامہ آمدی بھی یہی لکھتے ہیں قراءاتِ شاذہ ہمارے نزدیک حجت نہیں ہیں۔

"هل يكون حجة أم لا؟ فنفاه الشافعي".(۱۳)

علامہ نووی کے حوالے سے علامہ زرکشی لکھتے ہیں:

"القراء ة الشاذة لا يحتج بها"(۱۴)

علامہ سمعانی لکھتے ہیں کہ قراءاتِ شاذہ حجت نہیں ہیں۔

"ونحن نقول ان الاحتجاج بالقراء ة الشاذة ساقطٌ".(۱۵)

بادیٔ النظر میں ایسا لگتا ہے کہ آئمہ اربعہ میں سے احناف اور حنابلہ کے ہاں تو قراءاتِ شاذہ حجت ہیں جبکہ شوافع اور مالکیہ ان کی حجت کے قائل نہیں ہیں۔اسی طرح اگر کسی نے ان مذاہب اربعہ کی کتبِ اصولِ فقہ کا گہرائی سے مطالعہ نہ کیا ہو وہ بھی اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ قراءاتِ شاذہ شوافع اور مالکیہ کے نزدیک قابلِ حجت نہیں ہیں جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

فقہائے احناف اور متکلمین کی کتبِ اصول فقہ میں قراءتِ شاذہ/منسوخ التلاوۃ دون الحکم کی بحث عام طور پر تین مقامات پر زیر بحث لائی جاتی ہیں۔

۱۔ "کتاب اللہ" کی بحث میں

۲۔ "تواتر" اور "مشہور" کی بحث میں

۳۔ "نسخ" کی بحث میں

"کتاب اللہ" کی بحث میں قرآن مجید کی حقانیت ثابت کرنے کے لیے، قرآن مجید کی تعریف (ما نقل الينا متواتراً) پر پورا اترنے کے لیے تواتر کے علاوہ باقی تمام قراءات اور روایات کا انکار کر دیا جاتا ہے تاکہ قرآن مجید پر کوئی حرف نہ آسکے اور تواتر طریقہ سے نقل کیا گیا قرآن ہی "کتاب اللہ" کے زمرے میں آسکے۔

اس طرح تمام متکلمین کتبِ اصولِ فقہ میں "کتاب اللہ" کی حجیت کی بحث میں قراءاتِ شاذہ کا تو انکار کرتے ہیں جبکہ یہی متکلمین نسخ کی بحث میں قراءاتِ شاذہ کا اقرار کرتے ہیں اور استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "منسوخ التلاوۃ دون الحکم" روایات حجت ہیں۔

اس طرح ابن حاجب مالکی، علامہ سمعانی، امام غزالی، امام جوینی اور ابن حزم "کتاب اللہ" کی حجیت

کی بحث میں قراءات شاذہ کا انکار کرتے ہیں۔ جبکہ ''نسخ'' کی بحث میں اس کا قرار کرتے ہیں اور حجت پکڑتے ہیں۔ مثلاً ابن حاجب کا انکار اوپر نقل کیا گیا ہے کہ (العمل بالشاذ غیر جائز)۔ ''نسخ'' کی بحث میں لکھتے ہیں:

''الجمهور على جواز نسخ التلاوة دون الحكم'' (۱۶)

علامہ سمعانی ''کتاب اللہ'' کی بحث میں لکھتے ہیں:

''ونحن نقول ان الاحتجاج بالقراء ة الشاذة ساقطٌ''(۱۷)

جبکہ ''نسخ'' کی بحث میں لکھتے ہیں:

مانسخ حكمه وبقى رسمه ورفع رسم الناسخ وبقى حكمه كقوله تعالىٰ: ﴿فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ﴾ لأنه نسخ بقوله تعالىٰ: الشيخ والشيخة اذا زنيا فارجموهما..........(۱۸)

امام غزالی ''کتاب اللہ'' کی بحث میں ان کا انکار جبکہ ''نسخ'' کی بحث میں ان کا اقرار کرتے ہیں۔(۱۹)

امام الحرمین جوینی ''باب الأخبار، فصل: فی كيفية الرواية وتفصيلها وما يقبل منها ومايرو'' میں لکھتے ہیں کہ یہ حجت نہیں ہیں:

ظاهر مذهب الشافعى ان القراءة الشاذة التى لم تنقل تواتراً لايسوغ الاحتجاج بها. (۲۰)

جبکہ ''نسخ'' کی بحث میں اس کی حجیت کا اقرار کرتے ہیں

يجوز نسخ رسم آية من القرآن فى التلاوة مع بقاء حكمها. (۲۱)

علامہ جوینی نے یہی بات اپنی کتاب الورقات میں بھی لکھی ہے۔(۲۲)

مگر علامہ زرکشی امام جُوینی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انہوں نے امام شافعی کی طرف نادر قول منسوب کر دیا ہے جبکہ حقیقت یہ نہیں، وہ لکھتے ہیں:

'' وأغرب امام الحرمين فى البرهان فعزاه للشافعى ، مستنبطاًله من عدم ايجابه التتابع فى صوم كفارة اليمين ، مع علمه بقراء ة ابن مسعود ، وهذا لا يدل ،

فان الشافعی فی الجدید أجراها مجری التأویل ، ولم یثبت عنده أنه قال علیٰ أنه قرآن"(۲۳)

ابوبکر ابن العربیؒ "کتاب اللہ" کی بحث میں شاذ قراءتوں کے متعلق کہتے ہیں کہ

"القراء ة الشاذة لاتوجب علماً وعملاً"(۲۴)

پھر اس کے بعد امام ابوحنیفہ کا رد کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک شاذ قراءت حجت ہے۔ اور اس بحث میں مثال بھی ﴿فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ [متتابعات] ﴾ کی لائے ہیں۔ مگر دوسری جگہ نسخ کی بحث میں "منسوخ التلاوۃ دون الحکم" کے متعلق فرماتے ہیں:

"یجوز نسخ التلاوة مع بقاء الحکم عندنا خلافاً للمعتزلة"(۲۵)

اس طرح درج بالا بحث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ شوافع و مالکیہ کے نزدیک بھی "منسوخ التلاوہ دون الحکم" روایات حجت ہیں۔

شوافع و مالکیہ کی کتبِ اصولِ فقہ کا ایک اسلوب یہ بھی ہے کہ بعض متکلمین فقہائے اصولیین "کتاب اللہ" کی بحث میں بھی قراءاتِ شاذہ کو حجت کہہ دیتے ہیں۔ مثلاً علامہ زرکشی شافعی "کتاب اللہ" اور "نسخ" کی بحث دونوں جگہ قراءاتِ شاذہ یا "منسوخ التلاوہ دون الحکم" کی حجیت کا اقرار کرتے ہیں۔(۲۶)

اسی طرح مالکی فقیہ شیخ حلولو "کتاب اللہ" کی حجیت کی بحث میں ہی قراءات شاذہ سے استدلال کی بحث کرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ یہ مالکیہ کے نزدیک بھی حجت ہیں۔(۲۷)

یہی طریقہ تاج الدین سبکی نے جمع الجوامع میں اختیار کیا ہے اور "کتاب اللہ" کی بحث میں قراءاتِ شاذہ کا اقرار کرتے ہیں۔(۲۸)

فقہائے احناف کا اسلوب یہ رہا ہے کہ علامہ ابوبکر جصاص "نسخ" کی بحث میں "منسوخ التلاوۃ دون الحکم" پر گفتگو کرتے ہیں جبکہ امام ابوبکر سرخسی حنفی اور اور علامہ دبوسی "کتاب اللہ" اور "نسخ" کی بحث میں اس پر گفتگو کرتے ہیں۔ علامہ بزدوی کا اسلوب یہ ہے کہ وہ "خبر مشہور" اور "نسخ" کی بحث میں اس کی حجیت کو زیر بحث لاتے ہیں۔(۲۹)

اسی طرح وہ کتب جن میں متکلمین و احناف یعنی دونوں کے طریقوں کو یا دونوں کے اسلوب کو جمع کیا گیا ان میں بھی "کتاب اللہ" کی بحث میں اور "نسخ" کی بحث میں اس پر گفتگو ملے گی۔ مثلاً ابن ہمام حنفی

نے ''التحریر فی اصول الفقہ الجامع بین اصطلاحی الحنفیة و الشافعیة '' احناف اور متکلمین کے اسلوب کو جمع کیا ہے۔ اس میں ''کتاب اللہ'' اور ''نسخ'' کی بحث میں قراء اتِ شاذہ پر گفتگو کی ہے۔(۳۰)

اب بحث یہ رہ جاتی ہے کہ متکلمین جب قراءات شاذہ پر ''کتاب اللہ'' کی بحث میں بات کرتے ہیں تو احناف کے رد کے لیے وہ کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک قراءات شاذہ حجت نہیں ہیں جبکہ احناف کے نزدیک حجت ہیں۔ اسی ضمن میں جو مثال پیش کرتے ہیں وہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی شاذ قراءت ہے کہ قسم کے کفارہ کے لیے جو تین روزے رکھنے کا حکم ہے وہ روزے لگاتار اور مسلسل بغیر کسی انقطاع کے رکھے جائیں۔ (﴿فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ [متتابعات]﴾ پس تین روزے تین دن لگاتار رکھے جائیں۔ جب کہ قرآن مجید کی متواتر قراءت میں لفظ ''متتابعات'' نہیں ہے۔)

مثلاً ابو بکر ابن العربی، ابن حاجب، علامہ سمعانی، امام غزالی، وغیرہ ''کتاب اللہ'' کی بحث میں قراء اتِ شاذہ کی عدم حجیت کے قائل نظر آتے ہیں اور الزام لگاتے ہیں کہ احناف اس کی حجیت کے قائل ہیں نیز اس سلسلہ میں جو مثال دیتے ہیں وہ درج بالا قَسم کے کفّارہ کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی روایت ہے کی ہوتی ہے۔ اسی طرح امام الحرمین جوینی بھی اپنی کتب ''البرہان فی اصول الفقہ'' میں ''باب الأخبار'' میں یہی مثال نقل کرتے ہیں اور شوافع کی عدم حجیت اور احناف کی حجیت کی بات کرتے ہیں۔ جبکہ یہی متکلمین ''نسخ'' کی بحث میں درج ذیل آیت کریمہ سے متعلقہ شاذ قراءت سے استدلال کرتے ہیں:

﴿وَ الْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ﴾

(اور مطلقہ عورتیں تین قروء تک اپنے آپ کو روکے رکھیں) میں قراءت شاذہ سے استدلال کرتے ہیں۔

﴿وَ الْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ [لقبل عدتهن] ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ﴾

(درج بالا آیت میں ''لقبل عدتھن'' کے الفاظ تھے جن کی قراءت منسوخ ہوگئی، مگر حکم باقی رہا)۔

اسی طرح اس کی ایک اور مثال کچھ اس طرح ہے کہ رضاعت کی کم از کم مقدار کے متعلق حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ابتداً ''رضاعت'' کی کم از کم مقدار دس گھونٹ نازل ہوئی تھی مگر بعد میں وہ حکم اور اس کی تلاوت منسوخ ہوگئی اور اس کے بعد جو آیت نازل ہوئی وہ پانچ گھونٹ کے متعلق تھی پھر اس کی تلاوت بھی منسوخ ہوگئی، مگر اسکا حکم باقی رہا۔

''عن عائشة قالت :أنزل فی القرآن عشر رضعات معلومات، فنسخ من ذلك خمس وصار الى خمس رضعات معلومات ، فتوفی رسول الله ﷺ والأمر علی ذلك'' (۳۲)

اس طرح اگر متکلمین فقہائے اصولیین چاہتے تو ''کتاب اللہ'' پر بحث کرتے ہوئے قراءاتِ شاذہ میں مثال ﴿فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ [متتابعات]﴾ کی بجائے اپنے مسلک کے مطابق رضاعت کے متعلق قراءتِ شاذہ لاسکتے تھے۔اس طرح ان کے ہاں بھی قراءاتِ شاذہ کی حجیت کا اقرار ہوجاتا اور مسئلہ متنازع فیہ نہ رہتا۔مگر وہ قراءتِ شاذہ کی بحث میں اپنے مذہب اور مسلک کے مطابق مثال نہیں لاتے ۔مثلاً علامہ سیف الدین آمدی لکھتے ہیں:

اتفقوا علی أن ما نقل الینا من القرآن نقلاً متواتراً وعلمنا انه من القرآن أنه حجة، واختلفوا فيما نقل الينا منه آحاداً، كمصحف ابن مسعود وغيره، أنه هل يكون حجة أم لا؟ فنفاه الشافعي، وأثبته أبو حنيفه،وبنى عليه وجوب التتابع فی صوم اليمين بما نقله ابن مسعود فی مصحفه من قوله ﴿فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ [متتابعات]﴾ (۳۳)

ابن حاجب لکھتے ہیں:

''العمل بالشاذ غير جائز مثل:﴿فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ [متتابعات]﴾ واحتج به أبو حنيفة ''(۳۴)

اسی طرح امام غزالی ''کتاب اللہ'' کی حجیت کی بحث میں لکھتے ہیں:

''التتابع فی صوم كفارة اليمين ليس بواجب علی قول وان قرأ ابن مسعود ﴿فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ [متتابعات]﴾ لأن هذه الزيادة لم تتواتر فليست من القرآن''(۳۵)

اس کے برعکس ''كتاب التحرير فی اصول الفقه الجامع بين اصطلاحی الحنفية والشافعية '' یعنی جس میں احناف اور شوافع کے مناہج اصول فقہ کو جمع کیا گیا ہے، اسکی کتاب کی شرح کرتے ہوئے امیر بادشاہ ''تیسیر التحریر'' میں ''کتاب اللہ'' کی بحث میں قراءت شاذہ کی حجیت کی جو مثال

لے کر آئے ہیں اس کے صرف احناف ہی قائل نہیں بلکہ وہ آئمہ اربعہ اور ظاہریہ کے نزدیک بھی متفقہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"وبقوله "المتواتر" خرج ماليس بمتواتر كقراءة ابن مسعود فاقطعوا أيمانهما" (۳۶)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

كما نقله الاسنوى وغيره حتى احتجوا بقراءة ابن مسعود "فاقطعوا أيمانهما" على قطع اليمنى "(۳۷)

اور پھر اسی متفقہ مثال کو تیسیر التحریر کی شرح کرتے ہوئے ابن امیر الحاج نے اپنی "کتاب التقریر و التحبیر فی علم الاصول" میں برقرار رکھا ہے۔ (۳۸)

اسی طرح شیخ حلولو نے بھی یہی متفقہ مثال دے کر مسئلہ کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ (۳۹)

مالکیہ اور شوافع کی کتبِ اصولِ فقہ کے اسلوب اور مناہج پر غور و خوض کرنے کے بعد میری سمجھ میں جو اس کی وجہ آتی ہے، وہ کچھ اس طرح ہے کہ:

۱۔ مالکیہ اور شوافع کے نزدیک "منسوخ التلاوۃ دون الحکم" روایات اگر کسی حکم یا مسئلہ کی توضیح اور بیان کے لیے آ رہی ہیں تو حجت ہیں وگرنہ حجت نہیں ہیں۔ جبکہ احناف اور حنابلہ کے نزدیک "منسوخ التلاوہ دون الحکم" روایات سے براہِ راست بھی حکم اخذ کیا جاسکتا ہے، یعنی کسی مسئلہ کے بارے میں کوئی حدیث نبوی جو صحیح ہو وہ موجود نہ ہو اور صرف "منسوخ التلاوۃ دون الحکم" ہے تو اس سے حکم مستنبط کیا جاسکتا ہے۔ جیسے ﴿فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ [متتابعات]﴾ "منسوخ التلاوۃ دون الحکم" روایت سے قسم کے کفّارے کے روزوں کا لگاتار رکھنے کا حکم احناف کے نزدیک واجب ہے، یعنی صرف یہی روایت موجود ہے، جس سے احناف وجوب ثابت کر رہے ہیں۔ جبکہ مالکیہ و شوافع کے نزدیک یہ مسئلہ وجوب کے درجے میں نہیں ہے کیونکہ ان کو اس کے ساتھ کوئی اور روایتِ نبوی نہیں ملی۔

شاید اس لیے شوافع و مالکیہ اپنی کتبِ اصولِ فقہ میں "کتاب اللہ" کی بحث میں احناف کو مطعون ٹھہراتے ہیں۔

علامہ زرکشی "البحر المحیط" میں لکھتے ہیں:

"اما أن تكون القراءة الشاذة وردت لبيان حكم أولا بتدائه، فان وردت لبيان

حکم، فهي عنده [الشافعی] حجة، کحدیث عائشة فی الرضاع وقراءة ابن مسعود (متتابعات)"

اس کے بعد مزید لکھتے ہیں:

القراءة الشاذة اما أن ترد تفسيراً أو حكماً، فان وردت تفسيراً فهی حجة کقراءة ابن مسعود: أیمانهما، وقوله،﴿وَ لَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ [من أم]﴾ وقراءة عائشة، ﴿وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى[صلوة العصر]﴾، وان وردت حکماً فلا يخلو اما أن يعارضها دليل آخر أم لا، فان عارضها فالعمل للدليل کقراءة ابن مسعود فی صيام المتمتع: ﴿فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ [متتابعات]﴾، فقد صح أنه عليه الصلوة والسلام قال: ان شئت فتابع أوْلَا، وان لم يعارضها دليل آخر فللشافعي قولان، کوجوب التتابع فی صوم الكفارة، (۴۰)

علامہ ابوبکر جصاص قسم کے کفارہ کے روزوں میں تسلسل کا وجوب اسی قراءت شاذہ سے کرتے ہیں جو حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور دلیل کا ذکر نہیں کرتے۔(۴۱)

۲۔ اس بات کا بھی امکان ہے کہ متکلمین معاصرانہ چشمک کے تحت احناف کو مطعون ٹھہرا رہے ہوں کہ وہ غیر قرآن کو قرآن کا درجہ دے رہے ہوتے ہیں۔ جس طرح امام غزالی فرماتے ہیں:

﴿فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ [متتابعات]﴾ لأن هذه الزيادة لم تتواتر فليست من القرآن. (۴۲)

فقہائے کرام جب "کتاب اللہ" پر بحث کرتے ہیں تو ان کے پیش نظر تین شرائط (۱۔ تواتر۔ ۲۔ عربیت کے اصولوں کے مطابق۔ ۳۔ نبی کریم ﷺ سے ثابت) ہوتی ہیں۔ اور ہر ایسی آیت جو قرآن کے طور پر روایت کی گئی ہو مگر اس میں ان تین شرائط میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو تو اس کا شدومد سے انکار کرتے ہیں۔ تاکہ قرآن مجید کی غیر قرآن سے تنزیہہ ہو سکے اور غیر قرآن کو قرآن نہ سمجھا جائے۔

قراءات شاذہ کی چونکہ کئی اقسام ہیں اس لیے فقہائے اصولیین قرآن کو غیر قرآن سے منزہ کرنے کے لیے قراءات شاذہ کا مطلقاً رد کرتے ہیں۔ چونکہ "منسوخ التلاوۃ دون الحکم" کو بادی النظر میں قراءات شاذہ کی ایک قسم سمجھا جاتا ہے اور پھر "منسوخ التلاوۃ دون الحکم" روایات ہماری کتب حدیث اور اسلامی ادب کی

دیگر کتب میں ''نسخ لفظ وبقي حکم '' کی صراحت کے ساتھ نقل نہیں کی گئی ہوتی ہیں اس لیے ایسی روایات میں یہ احتمال پایا جاتا ہے کہ شاید یہ قرآن کا حصہ ہیں۔انہی دو باتوں کے پیش نظر بعض متکلم فقہائے اصولیین اپنی کتبِ اصولِ فقہ میں فقہائے احناف کا رد کرتے ہیں کہ وہ غیر قرآن کو قرآن سمجھ کر اس پر عمل کرتے ہیں۔مثلاً علامہ سمعانی لکھتے ہیں:

ونحن نقول ان الاحتجاج بالقراء ة الشاذة ساقطٌ،والدليل عليه شيئان، أحدهما:القرآن قاعدة الاسلام ......فلو كانت هذه القراء ة من القرآن الذى أنزله الله تعالىٰ لنقل نقلاً مستفيضًا ولشاع ذلك فى أهل السلام وحين لم ينقل دَلَّ أنه ليس بقرآن واذالم يكن من القرآن الذى أنزله الله تعالىٰ لم يقم به حجةٌ.(۴۳)

اسی طرح امام غزالی لکھتے ہیں:

التتابع فى صوم كفارة اليمين ليس بواجب على قول وان قرأ ابن مسعود ﴿فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ [متتابعات]﴾ لأن هذه الزيادة لم تواتر فليست من القرآن.(۴۴)

ابن حاجب لکھتے ہیں:

العمل بالشاذ غير جائز مثل:﴿فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ [متتابعات]﴾ ، واحتج به أبوحنيفة. لنا ليس بقرآنٍ.(۴۵)

۳۔ اس بات کا بھی امکان ہے کہ اگرچہ قرآن تو تمام کے نزدیک متواتر ہے مگر بعض احناف کے نزدیک قراءاتِ سبعہ چونکہ متواتر نہیں بلکہ مشہور ہیں،اس کے ساتھ ساتھ قراءتِ شاذہ بھی احناف کے نزدیک مشہور ہی میں شمار ہوتی ہیں۔اس طرح قراءتِ سبعہ اور قراءتِ شاذہ میں مشترک نکتہ جو کہ دونوں کا ''مشہور'' ہونا ہے،اور اس مماثلت میں اس بات کا امکان بہرحال موجود ہے کہ دونوں کو ایک ہی درجہ میں رکھا جائے۔شاید اسی لیے شوافع اور مالکیہ کتب اصول فقہ میں ''کتاب اللہ'' کی بحث میں احناف کا رد کرتے ہیں کہ یہ قراءتِ سبعہ اور قراءتِ شاذہ کو ایک جیسا سمجھتے ہیں:

بعض احناف کے نزدیک قراءاتِ سبعہ ''مشہورہ'' کی بحث کچھ اس طرح ہے کہ علامہ دبوسی لکھتے

ہیں:

" الأحرف السبعة المشهورة نقلاً متواتراً " (۴۶)

اسی طرح ابن ہمام لکھتے ہیں:

"قراءة السبعة: ما من قبيل الأداءِ كالحركاتِ، والادغام، والاشمام، والرَّوم، والتفخيم، والامالة، والقصر، وتحقيق الهمزة وأضدادها لا يجب تواترها وخلافه مما اختلف بالحروف كمَلِك ومَالِكِ متواترٌ وقيل مشهورٌ " (۴۷)

ابن ہمام کی کتاب کے شارح محمد أمین المعروف أمیر بادشاہ درج بالا الفاظ "متواترٌ وقيل مشهور" کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس کے معنیٰ "أى آحاد الأصل متواتر الفروع" کے ہیں۔(۴۸)

فقہائے اصولیین اس طرح کی بحث سے یہ تاثر دینے کی کوشش کررہے ہیں کہ احناف غیر قرآن کو قرآن سمجھ کر اس کو قابلِ حجت سمجھتے ہیں۔حالانکہ یہ احناف پر ایسا الزام ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔اور نہ ہی فقہائے احناف نے غیر قرآن کو قرآن سمجھا ہے۔اس کے برعکس متقدمین احناف کی کتبِ اصول (تقویم الادلہ، دبوسی، الفصول، جصاص وغیرہ) میں قراءۃ شاذہ کی بحث ہی نہیں ملتی ہے۔بلکہ وہ آیت ﴿فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ [متتابعات]﴾ میں شاذ قراءت کے لفظ "متتابعات" سے متعلق روایات کو زیر بحث لاتے ہیں اور ایسی مباحث کو "نسخ" میں زیر بحث لاتے ہیں۔

"منسوخ التلاوۃ دون الحکم" اور قراءتِ شاذہ کا باہمی ربط و تعلق:

"منسوخ التلاوۃ دون الحکم" اور قراءت شاذہ کے درمیان عموم وخصوص کا تعلق ہے کہ "قراءات شاذہ" میں وسعت پائی جاتی ہے جیسا کہ ہم نے گزشتہ صفحات میں دیکھا ہے۔اصولیین کے نزدیک قراءات شاذہ سے مراد "نسخ التلاوۃ دون الحکم" ہی ہے اس بات کو متکلمین فقہائے اصولیین میں سے صرف علامہ بنانی نے "کتاب اللہ" کی بحث میں بیان کیا ہے کہ اصولیین کے ہاں قراءاتِ شاذہ سے مراد "منسوخ التلاوۃ دون الحکم" ہی ہے۔علامہ بنانی لکھتے ہیں:

والشاذ: انما يحتج به اذا لم ينسخ حكمه(۴۹)

یہ قراءاتِ شاذہ اس وقت قابل حجت ہوں گی جب ان کا حکم منسوخ نہ ہوگا۔گویا کہ علامہ بنانی کے نزدیک قراءاتِ شاذہ سے مراد فقہائے اصولیین کے نزدیک وہ قراءات ہیں جن کا حکم تو باقی ہو مگر ان کی

تلاوت منسوخ ہو۔اس طرح یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ علمائے اصولیین کے ہاں قراءتِ شاذہ ہی کا دوسرا نام ''منسوخ التلاوۃ دون الحکم'' ہے۔

اب بحث یہ رہ جاتی ہے کہ جب قراءۃ شاذہ اور ''منسوخ التلاوۃ دون الحکم'' باہم مترادف ہیں تو پھر کتبِ اصولِ فقہ میں ان کی مباحث دو الگ الگ مقامات جیسے ''کتاب اللہ'' اور ''نسخ'' پر کیوں پائی جاتی ہے۔ چنانچہ جب ہم الفاظ ''قراءات شاذہ'' پر نظر ڈالتے تو ہمیں کم وبیش پہلی تین صدیوں تک اس کا استعمال نظر نہیں آتا یہ الفاظ نہ ہی قراء کے ہاں متداول تھے اور نہ ہی فقہائے اصولیین اس سے آگاہ تھے۔ اسکے برعکس قراءات شاذہ پر مشتمل روایات حرفِ عبداللہ بن مسعودؓ، حرف ابی بن کعبؓ یا قراۃ عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ کے نام سے معروف تھیں اسی لیے حنفی طریقہ پر جو اصولِ فقہ میں کتب لکھی گئیں ان میں قراءاتِ شاذہ کی بحث مفقود ہے جبکہ یہ بحث ''منسوخ التلاوۃ دون الحکم'' میں پائی جاتی ہے۔ جو کہ نسخ کی ایک قسم ہے۔

اسی طرح علامہ ابن حزم نے بھی قراءۃ شاذہ کی بحث اپنی کتاب 'الاحکام فی اصول الاحکام' میں نہیں کی ہے بلکہ اس بحث کو نسخ ہی کے تحت لے کر آئے ہیں۔

اور علامہ سیف الدین آمدی بھی 'کتاب اللہ' کی بحث میں قراءتِ شاذہ کا ذکر نہیں کرتے ہیں۔

اتفقوا على أن مانقل الينا من القرآن نقلاً متواتراً، وعلمنا أنه من القرآن أنه حجة؛ واختلفوا فيما نقل الينامنه آحاداً، كمصحف ابن مسعود وغيره، أنه هل يكون حجة، أم لا؟ فنفاه الشافعي، وأثبته ابوحنيفة، وبنى عليه وجوب التتابع فى صوم اليمين بمانقله ابن مسعود فى مصحفه من قوله﴿فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ متتابعات﴾ (۵۰)

پھر اگلے ہی پیراگراف میں آخر پر لکھتے ہیں:

"على هذا منع من وجب التتابع فى صوم اليمين على أحد قوليه."(۵۱)

امام شافعی کے ایک قول کے مطابق کفارہ کے تین روزوں میں تسلسل ضروری نہیں ہے۔تو اس سے یہ بات سامنے آئی کہ امام شافعی کے نزدیک جیسا کہ علامہ آمدی نے اپنی بحث کی ابتدا میں قراءتِ شاذہ کے مطلق انکار کا دعویٰ کیا تھا، مگر ایسا نہیں ہے بلکہ امام شافعی کا ایک قول یہ بھی ہے کہ کفارہ کے روزوں میں تسلسل ضروری ہے۔

چنانچہ علامہ جصاص کی الفصول فی الاصول ہو یا علامہ دبوسی کی تقویم الادلہ، اسی طرح علامہ بزدوی کی کتاب ہو یا علامہ نسفی کی کتاب المنار، ان میں قراءتِ شاذہ کے الفاظ اور اس کی بحث نہیں ملے گی۔ جبکہ متکلمین کی طرز پر جو کتب لکھی گئی ہیں ان میں یہ بحث پائی جاتی ہے جیسے مالکیہ اور شوافع کی کتب اصول ہیں۔ البتہ فقہائے احناف کی وہ کتب جن میں احناف اور متکلمین کے طریقہ بحث کو کتب اصول فقہ میں اکٹھا کرنے کی کوشش کی گئی ہے ان میں بھی فقہائے احناف نے قراءتِ شاذہ پر بحث کی ہے جیسے ابن ہمام کی ''التحریر'' وغیرہ۔

متکلمین کے منہج اور طریقہ کی چونکہ ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان میں مناظرانہ اور مجادلانہ رنگ بھی ہوتا ہے شاید اسی لیے متکلمین کی طرز پر لکھی گئیں تمام کتبِ اصولِ فقہ میں قراءت شاذہ کی بحث میں احناف ہی پر تنقید کی گئی ہے اور جس شاذ قراءۃ کی بنیاد پر احناف کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں وہ قراءتِ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مطابق لفظ ''متتابعات'' ہے، اور کم وبیش تمام فقہائے متکلمین یہی ایک مثال اپنی کتب میں نقل کرتے ہیں اور تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔

قراءتِ شاذہ تو تمام فقہاء کے نزدیک حجت ہے مگر ''متتابعات'' کی مثال سے غالبًا احناف کو تنقید کا نشانہ بنانے کی وجہ یہ ہے کہ متکلمین کے نزدیک حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی قراءۃ میں لفظ ''متتابعات'' بقول امام دارقطنی تلاوت اور حکم دونوں لحاظ سے منسوخ ہو گیا تھا لہٰذا یہ لفظ اب ''منسوخ التلاوۃ دون الحکم'' کے تحت نہیں آسکتا جبکہ فقہائے احناف اس کا یہ جواب دیتے ہیں لفظ ''متتابعات'' کی تلاوت منسوخ ہوئی تھی مگر اس کا حکم باقی ہے۔

مصادر ومراجع

۱۔ زرکشی، بدرالدین، البرہان فی علوم القرآن، ج۱، ص۴۰۹۔

۲۔ ابن جزری، منجد المقرئین، باب: اول، ص۳، مکتبہ القدسی، قاہرہ، مصر ۱۳۵۰ھ)

۳۔ دیکھو، قاضی عبدالفتاح، القراءات الشاذہ وتوجیہھا من لغۃ العرب، ص۱۹ تا ۱۰۰، ناشر، داراحیاء الکتب العربیۃ (س۔ن)

۴۔ شاہین، عبدالصبور، تاریخ القرآن، ص۱۱۔

۵۔ ابن صلاح ابوعمرو عثمان، فتاوی ومسائل ابن الصلاح، ج۱، ص۲۳۳، دارالمعرفۃ بیروت، ۱۹۸۶ء۔

۶۔ زرکشی، البرہان فی علوم القرآن، ج۱، ص۴۰۹۔

۷۔ بخیت، محمد مطیعی، الکلمات الحسان، ص ۲۰، بحوالہ الجمع الصوتی الأول للقرآن، ڈاکٹر لبیب سعید، ص ۲۲۱، دارالمعارف، بیروت۔

۸۔ ابن جنی، المحتسب فی تبیین وجوہ شواذ القراء ات.

۹۔ محلی، جلال شمس الدین، شرح جمع الجوامع، ص ۱/۳۶۹۔

۱۰۔ حاشیۃ العلامہ البنانی علی شرح جمع الجوامع لجلال شمس الدین محلی، ج۱، ص ۳۶۹۔

۱۱۔ البقرہ: ۲۴۰

۱۲۔ ابن حاجب مالکی، ابوعمرو عثمان، مختصر المنتهی الاصولی، مع شرح ایجی، عبدالرحمٰن، ج ۲ ص ۲۸۶۔ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۴ء)

۱۳۔ آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام، ج۱، ص ۲۲۹، مطبعہ معارف، مصر، ۱۹۱۴ء۔

۱۴۔ زرکشی، البحر المحیط، ج۱، ص ۴۷۵، وزارۃ اوقاف کویت، طبعہ دوم، ۱۹۹۲ء۔

۱۵۔ سمعانی، ابومظفر منصور بن محمد، قواطع الأدلۃ، ج۱، ص ۴۱۵، دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۷ء۔

۱۶۔ ابن حاجب، شرح مختصر منتهی الاصولی، ج ۳، ص ۲۳۷۔

۱۷۔ ابن حاجب، شرح مختصر منتهی الاصولی۔

۱۸۔ سمعانی، قواطع الادلۃ، ج۱، ص ۲۷۔

۱۹۔ غزالی، محمد بن محمد، المستصفی فی علم الاصول ج۱، ص ۱۰۲، ۱۲۳، مطبعہ امیریہ، مصر، ۱۳۲۲ھ۔

۲۰۔ جوینی، البرہان فی اصول الفقہ، ج۱، ص ۲۵۷، مسئلہ نمبر ۶۱۳، دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۷ء۔

۲۱۔ جوینی، البرہان فی اصول الفقہ، ج ۲، ص ۲۵۶، مسئلہ نمبر ۱۴۴۸۔

۲۲۔ دیکھو، جوینی، الورقات، ص مسلسل ۳۳، صفحہ الورقات، ۴۔ مشمولہ: مجموع متونِ اصولیہ، مکتبہ ھاشمیہ، دمشق (س۔ن)۔

۲۳۔ بدرالدین، زرکشی، تشنیف المسامع بجمع الجوامع، ج۱، ص ۳۲۲، دار عالم الکتب للطباعۃ والنشر، بیروت، ۱۹۹۹ء۔

۲۴ المحصول فی علم أصول الفقه، ابوبکر ابن العربی، ص ۱۲۰، باب: کتاب الاختیار، دار البیارق، عمان، ۱۹۹۹ء۔

۲۵ المحصو ل فی علم أصول الفقه، ص۱۴۶، دارالبیارق، بیروت، ۱۹۹۹ء۔

۲۶۔ زرکشی، البحر المحیط، جلد۱، ص۴۷۴ تا ۴۸۰، مزید جلد۳، ص۱۸۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۰ء۔

۲۷۔ دیکھو، شیخ حلولو مالکی، الضیاء اللامع، ج۲، ص۴۹ مکتبہ الرشد، ریاض، ۱۹۹۹ء۔

۲۸۔ دیکھو، سبکی تاج الدین، جمع الجوامع مع حاشية العلامة البنانی، ج۱۔ص۳۷۰، اسی طرح ''نسخ'' میں بھی علامہ تاج الدین سبکی نے بحث کی ہے۔ دیکھو، جمع الجوامع مع حاشية العلامة البنانی، ج۲ص۱۱۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۹۸ء۔

۲۹۔ بزدوی، کنز الوصول، الی معرفۃ الاصول، ص۶۷، ۲۲۶، میر محمد کتب خانہ، کراچی۔

۳۰۔ ابن ہمام، التحریر، جلد۱، ص۳۸، جلد۲، ص۲۹۹، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر ۱۳۵۱ھ۔

۳۱۔ المائدہ: ۸۹۔

۳۲۔ ترمذی، السنن، حدیث نمبر ۱۱۵۰، کتاب الرضاع، باب نمبر۳، ج۳، ص۴۵۶، شرکۃ مکتبہ ومطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر، ۱۹۳۷ء۔

۳۳۔ آمدی، سیف الدین، الاحکام، ج۱، ص۲۲۹۔

۳۴۔ ابن حاجب، مختصر المنتہی الاصولی، ج۲، ص۲۸۷۔

۳۵۔ غزالی، المستصفی من علم الاصول ج۱، ص۱۰۲۔

۳۶۔ امیر بادشاہ، تیسیر التحریر، ج۳، ص۴، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۳۵۱ھ۔

۳۷۔ ایضاً، ج۳، ص۱۰۔

۳۸۔ ابن امیر الحاج، التقریر و التحبیر، ج۲، ص۲۸۴، دارالفکر، بیروت، ۱۹۹۶ء۔

۳۹۔ حلولو، الضیاء اللامع، ج۲، ص۴۹۔

۴۰۔ زرکشی، بدرالدین، البحر المحیط، ج۱، ص۴۷۹۔

۴۱۔ دیکھو، جصاص ابوبکر، احکام القرآن، ج۱، ص۲۱۲، دارالکتب العلمیہ ۱۹۹۷ء۔

۴۲۔ غزالی، المستصفی، ج۱، ص۱۰۲۔

۴۳۔ منصور بن محمد سمعانی، قواطع الادلۃ، ج۱، ص۴۱۵، فصل فی تأويل الأخبار، مسألة: مایشتمل علی القراء ة الشاذة التی لم تنقل متواتراً، ناشر: دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۷ء۔

۴۴۔ غزالی، محمد بن محمد، المستصفی من علم الاصول، ج۱، ص۱۰۲، بحث ''الاصل الاول من اصول الأدلة

کتاب اللہ تعالیٰ؛'' ناشر،مطبعہ امیریہ،مصر،۱۳۴۴ھ)

۴۵۔ ابن حاجب مالکی،ابوعمر وعثمان بن عمر، شرح مختصر المنتهى الأصولي ،ج ۲۔ص ۲۸۷، دارالکتب العلمیہ،۲۰۰۴ء، واضح رہے ابن حاجب کی یہ کتاب ایک اور نام سے بھی معروف ہے: ''مختصر منتهى السؤل والأمل في عِلْمَي الأصول والجدل، تحقیق:دکتور نذیر حمادو،ج ۱، ص ۳۸۱ تا ۳۸۴،دارابن حزم،۲۰۰۶ء۔

۴۶۔ دبوسی،تقویم الأدلۃ،صفحہ۲۰،بحث تحت:''القول في بيان حد الكتاب و كونه حجة ''۔

۴۷۔ ابن ہمام،التحریر فی أصول الفقہ،ص ۳۰۰،بحث تحت:الباب الثاني من المقالة الثانية.

۴۸۔ محمد أمین المعروف أمیر بادشاہ،تیسیر التحریر علی کتاب التحریر، ج ۳،ص ۱۱،مصطفی البابی الحلبی ،مصر، ۱۳۵۱ھ۔

۴۹۔ بنانی،حاشیہ بنانی علی شرح جمع الجوامع،ج ۱۔ص ۲۷۰۔

۵۰۔ آمدی،الاحکام فی اصول الاحکام،ج ۱،ص ۲۲۹۔

۵۱۔ آمدی،الاحکام،ج ۱،ص ۲۳۰۔